جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور مسیحیوں کا کردار

Freedom of war of 1857 and oppressions of Christians

☆ ڈاکٹر غلام علی خان

ABSTRACT:

When the British came to the sub content, they left no stone unearthed to commit all kinds of oppression and tyranny. Although they targeted all citizens but Muslims were their main target as they have taken power from their hand, therefore they considered them as their enemy number one. To torture the local community they introduced such ammunition in which fat of pigs and cows was used. This irritated Muslim as well as Hindu soldiers and they refused to use it ultimately they were dismissed, this became the immediate cause of the war of freedom of 1857. Similarly, they imposed sanctions on some religious signs and customs like ban on beard and turban which add to the fuel and thus war of freedom of 1857 started. Although local people were defeated in this war but this resulted in far reaching consequences and the whole Sub Continent got freedom till 1947. Beside these tyrannies and oppressions the Portuguese also committed many crimes on the name of Christianity. They were doing all these on the name of their religion. In this article some of the glimpses of their oppression have been brought in to focus.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء:

انگریز نے ہندوستانیوں پر مظالم، سیاسی استیصال، اور معاشی طور پر انہیں بدحال کرنے کا کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بالخصوص مسلمانوں کو ہدف بنا کر پسماندہ اور رسوا کرنے کا مستقل طرزِ عمل اختیار کیا گیا، اس سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی مداخلت اور دباؤ کے نتیجہ میں لوگوں میں شدید بے چینی اور تشویش پائی جاتی تھی' لوگ ہر طرح کی مداخلت برداشت کر رہے تھے' لیکن مذہبی مداخلت انہیں گوارا نہ تھی۔

انگریزوں نے دیسی سپاہیوں کو بعض ایسے احکام دیئے، جو ان کے مذہب کے خلاف تھے مثلاً کسی سپاہی کو فوجی ملازمت کے دوران ماتھے پر تلک لگانے، کانوں میں بالیاں ڈالنے، داڑھی رکھنے اور پگڑی باندھنے کی اجازت نہ تھی، ان احکام سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی لیکن معاملہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچا جب جنگ کریمیا میں شرکت کے لیے ہندوستانی سپاہیوں کو سمندر پار جانے کا حکم دیا گیا۔ ہندوؤں کے مذہب میں سمندر پار کرنا گناہ ہے اور اس کی سزا کے طور پر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کو برادری سے خارج کر کے چنڈال قرار دیا جاتا تھا، اس لیے انہوں نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

انہیں عقلی طور پر قائل کرنے کی بجائے انگریز گورنر جنرل نے ایک نیا آرڈی نینس جاری کیا کہ جو شخص فوجی ملازمت کرنا چاہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ یہ عہد کرے کہ جہاں بھی اُسے کوئی خدمت سونپی جائے گی وہ جانے کے لیے تیار ہوگا، دوسرے لفظوں میں ہندوؤں کو مذہب یا ملازمت دونوں میں سے ایک کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا، جس سے ہندو سپاہی بہت سیخ پا ہوئے۔

جنگ آزادی کی فوری وجہ ۱۸۵۶ء کے آخر پر ایک نئی قسم کے ہتھیاروں کے استعمال کا آغاز ہوا جس میں ایسے کارتوس استعمال ہوتے تھے جن پر چربی لگی ہوئی ہوتی تھی اور استعمال کرنے سے پہلے اسے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا، سپاہیوں میں یہ بات مشہور کر دی گئی کہ یہ سور اور گائے کی چربی ہوتی ہے، سور مسلمانوں کے لیے حرام ہے اور ہندو گائے کی چربی کو منہ لگانا گناہ سمجھتے ہیں، لہٰذا مسلمان اور ہندو سپاہیوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔(۱)

کلکتہ، بارک پور اور انبالہ میں فوج نے افسروں کی حکم عدولی کی جس پر وہاں سپاہیوں کو برخاست کر دیا

گیا۔ بجائے کارتوسوں کے استعمال کو بند کر دینے کے جگہ جگہ طاقت کا اِستعمال کر کے سپاہیوں کو برخاست کیا گیا، معاملہ یہیں پر ختم نہ ہوا بلکہ ۲۳ اپریل کو پچاس سپاہیوں کو جن میں دیسی افسر بھی شامل تھے کورٹ مارشل کر کے بجائے برخاستگی کے ساتھ ساتھ دس دس سال کی سزائے قید دے دی گئی۔ ۲۹ مارچ کو رجمنٹ ۳۲ کے ایک برہمن فوجی منگل پانڈے نے ایک انگریز سارجنٹ پر گولی چلا دی، سارجنٹ میجر نے "منگل پانڈے" پر گولی چلائی تو ایک اور سپاہی نے اُسے گرا دیا۔ کرنل ہیرس یورپین دستہ لے کر صورت حال پر قابو پانے کے لیے آنکلا تو منگل پانڈے خودکشی کرنے کی ناکام کوشش کے بعد زخمی حالت میں گرفتار ہو گیا۔ وفادار دیسی افسروں پر مشتمل ایک فوجی عدالت نے منگل پانڈے کو پھانسی کی سزا دی اور ۱۸ اپریل کو بارک پور میں اس ۲۶ سالہ برہمن کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا' اس کے حامی جمعدار "ایشوری پانڈے" کو بھی ۲۱ اپریل کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا' جس سے فوجی سپاہیوں کے جذبات مشتعل ہو گئے۔

فوج میں خفیہ طور پر بغاوت کے منصوبے بن رہے تھے اور مئی کے آخر میں کوئی تاریخ طے کی گئی تھی' لیکن ۹ مئی ۱۸۵۷ء کو جب ۸۵ سپاہیوں پر علی الاعلان دس سال قید کی سزا نافذ کی گئی' تو دیسی سپاہ کے جذبات شدت اختیار کر گئے۔ ان سپاہیوں میں ۴۹ مسلمان اور ۳۶ غیر مسلم تھے۔

چنانچہ ۱۰ مئی کی شام جب عیسائی افسران گرجا گھر چلے گئے تھے رسالے نے جیل خانے پر حملہ کر کے تمام قیدیوں کو آزاد کروالیا اور اعلان جنگ کر کے دہلی جو میرٹھ سے چالیس میل کے فاصلے پر تھا، کی طرف رخ کیا۔ دہلی کے عوام اور فوج بھی ان کے ساتھ مل گئے۔

طفیل احمد منگلوری لکھتے ہیں کہ "۱۱ مئی کو یہ لوگ زبردستی قلعہ میں گھس گئے۔ اور بہادر شاہ ظفر کو سردار بننے پر مجبور کیا' چنانچہ رائے عامہ کے غلبہ کے نتیجہ میں وہ ان کے ساتھ ہو گئے۔ (۲)

علماء کرام اور خصوصاً مسلک ولی اللہ سے وابستہ حضرات نے اس جنگ میں بھرپور حصّہ لیا، دہلی میں موجود علماء نے جمع ہو کر جنگ آزادی کے حق میں ایک مشترکہ فتویٰ جاری کیا تھا معدودے چند علماء نے اس فتوی کی مخالفت کی' اس فتوی کے صادر ہونے کے بعد ملک میں سبز پرچم لہرانے کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

یہ خبر تمام ملک میں پھیل گئی اور ہر طرف ہنگامے ہونے لگے۔ فیروز پور پنجاب میں سپاہیوں نے

بغاوت کی مگر فی الجملہ پنجاب محفوظ رہا۔ اودھ روہیل کھنڈ اور دوآبہ، انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل گئے یہی حالت بندیل کھنڈ' باندہ، جھانسی اور کالپی کی ہوئی۔

پروفیسر سیّد سلیم لکھتے ہیں: ''یہ آزادی کی عوامی جدوجہد تھی' عام لوگ انگریزی حکومت کے مظالم سے تنگ آ کر میدان میں نکل آئے تھے' بنگال سے لے کر سرحد تک عوامی جہاد کی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی تھی' فوج کے سپاہی انگریزوں کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے، عوام، فوج، راجے، نوابان سب لوگ اس جنگ میں شریک تھے۔ دراصل یہ سب لوگ زخم خوردہ تھے جو اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے تھے''۔ (۳)

لیکن بدقسمتی سے یہ جنگ کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی کیونکہ ان جنگ آزما لوگوں میں نظم و ضبط کا فقدان تھا۔ نہ باہم ربط تھا، نہ کوئی مشترکہ قیادت تھی، مزید برآں راجوں اور نوابوں کی بڑی تعداد اب بھی انگریزوں کی حمایت کررہی تھی، اس لیے اس کا ناکام ہونا غیر متوقع نہیں تھا۔

نتیجۃً انگریز فوجوں نے تمام گروہوں کا خاتمہ کردیا، اس جنگ کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں کو ذمّہ دار قرار دیا اور پھر ان سے سخت اِنتقام لیا اور جنگ کے بعد چُن چُن کر علماء اور شرفاء کو پھانسی پر چڑھایا۔ اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمان اور ہندو قیادت نے انگریز عورتوں اور بچوں کی بھرپور حفاظت کی، بلکہ اُنہیں اپنی نگرانی میں رکھا اور بحفاظت فرار ہونے میں وسائل مہیا کرتے ہوئے ان کی بھرپور امداد کی، لیکن انگریز نے انتقام لیتے وقت یہ نہ دیکھا کہ کون اس جنگ میں شریک تھا اور کون نہیں بلکہ اندھا اِنتقام لیا۔

مسیحیوں کے مظالم:

پرتگالی مسیحیوں نے یہاں کے لوگوں پر جو مظالم ڈھائے تھے اُسے انہوں نے صلیب کا سایہ قرار دیا تھا، انگریزوں نے اسے انجیل مقدس کا سایہ قرار دیا۔ اسی مذہبی تعصب و جنون میں ان دونوں نے مل کر ہندوستانیوں پر وہ ظلم ڈھائے کہ انسانیت کی تاریخ اسے فراموش نہیں کرسکتی۔

عیسائیت کی اپنی تاریخ میں ان کے دورابتلا (چوتھی صدی عیسوی) میں رومیوں اور یہودیوں نے جس طرح ان پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا تھا بالکل اُسی تاریخ کو ہندوستان کے لوگوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ

دہرایا گیا۔

عیسائی مختلف اوقات میں مختلف اسلامی حکومتوں کی رعایا بن کر رہتے چلے آئے ہیں، لیکن اسلام کی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ کہ مذہبی جنون کی بنیاد پر کسی غیر مسلم پر کوئی غیر انسانی اور غیر اخلاقی ظلم روا رکھا گیا ہو، ملنا محال ہے۔ لیکن عیسائیت کی تاریخ مظالم انسانی کے بہت سے ابواب سے بھری پڑی ہے۔ چند کربناک مظالم کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

ایڈورڈ ٹامسن لکھتا ہے۔ ''یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسیحی انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ چالیس انسانوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جائے چنانچہ ۱۰ جون ۱۸۵۷ء کے دِن چالیس بدقسمت انسانوں کو ہر ممکن اذیت پہنچا کر نہایت ہولناک طریق سے منظر عام پر توپوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا''۔ اس واقعہ کی جزئیات نہایت ہی دردانگیز اور ہولناک ہیں اور اس وقت بھی، میرے پاس محفوظ ہیں۔ (۴)

مسلمانوں کے قتل عام کے سلسلے میں ایک پادری کی بیوہ رقمطراز ہے کہ ''لڑائی کے اختتام پر بہت سے قیدیوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا اور یہ معلوم ہونے پر کہ مسلمان اس موت کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے، ان میں سے چار آدمیوں کو فوجی عدالت کے حکم سے توپوں سے باندھ کر اُڑا دیا گیا، چنانچہ ایک روز ایک توپ کے بڑے دھماکے کی آواز سے ہم چونک پڑے، جس کے ساتھ ہی ایک ناقابل بیان دھیمی سی مگر وحشت ناک چیخ بھی سنائی دی۔ دریافت کرنے پر ایک افسر نے ہمیں بتایا کہ یہ نہایت کرب انگیز نظارہ تھا، یعنی توپ میں اتفاق سے بارود زیادہ بھرا ہوا تھا جس کے چلائے جانے سے بدقسمت ملزم کا گوشت ریزہ ریزہ ہو کر فضائے آسمانی میں اڑا۔ تماشائیوں پر خون کے چھینٹے اور گوشت کے ٹکڑے گرے اور اُس کا سر ایک راہ گیر پر اس زور سے گرا کہ اس کو بھی چوٹ آ گئی''۔ (۵)

نکلسن اپنی شقاوت قلبی کا اظہار اس طرح کرتا ہے ''دہلی میں انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہئے جس کی رُو سے ہم ان کو زندہ جلا سکیں یا زندہ کی کھال اُتار سکیں یا گرم سلاخوں سے اذیت دے کر ان کو موت کے گھاٹ اتار سکیں، ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کرنے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کیے دیتا ہے۔ یہ میری دلی خواہش ہے کہ کاش میں دنیا کے کسی ایسے گمنام گوشہ میں چلا جاؤں

جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں حسب ضرورت سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں''۔(۶)

نکلسن کی یہ آرزو پوری ہوئی۔ موری تھامسن نے بعض قیدیوں کی داستانیں سر ہنری کاٹن کو ان الفاظ میں سنائیں ''شام کے وقت ایک سکھ اردلی میرے خیمہ میں آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا غالباً آپ یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ ہم نے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں قیدیوں کے ساتھ زیادتی نہ کی گئی ہو میں فوراً ایک کران کے خیمہ کی طرف گیا جہاں پر میں نے ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزاع میں بے حال دیکھا مشکیں باندھ کر ان کو برہنہ زمین پر لٹایا ہوا تھا اور سر سے پاؤں تک ان کے پورے جسم کو گرم تانبے سے داغا ہوا تھا' اس روح فرسا حالت کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے ان کا خاتمہ کر دینا ہی ان کے حق میں مناسب سمجھا''۔(۷)

ایک دوسرے عینی شاہد کی زبانی سنئے کہ سکھوں اور انگریزوں نے ایک زندہ مسلمان قیدی کے چہرہ کو بار بار سنگینوں سے زخمی کر کے ہلکی آگ میں کس طرح جلایا۔

''بدنصیب قیدی کے جلتے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل کر آس پاس کی فضا کو مسموم کر رہی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ تہذیب اور شائستگی پر ناز کیا جاتا تھا ایسا ایسا دردناک نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک انسان نہایت وحشیانہ طریق سے آگ میں جلایا جا رہا ہے اور سکھ اور عیسائی (یورپین) نہایت اطمینان سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر ارد گرد کھڑے دیکھ رہے ہیں گویا یہ ایک تفریح کا سامان ہے''۔(۸)

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈیلین نے دنیا کو سب سے پہلے ان مظالم سے روشناس کرایا اُس نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا:

''زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا یا پھانسی سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں۔ دنیا کی کوئی تہذیب بھی ایسی مکروہ اور منتقمانہ حرکات کی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں جن کا کفارہ لازمی طور پر ہمیں ایک دِن ادا کرنا پڑیگا' ہمیں اس قسم کی دردناک جسمانی اور دماغی سزاؤں کے دینے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی ہم یورپین ایسی سزائیں دینے کی جرات کر سکتے

ہیں''۔(۹)

جمیل احمد خواجہ لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کوطرح طرح کی ایذائیں پہنچا کراور ہرطرح سے ذلیل کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا' ابلتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا، کچھ کی زندہ کھال کھینچی گئی اوران کے مردہ جسم کو پھانسی پر لوگوں کی عبرت کے لیے کئی کئی دن لٹکتا دکھایا گیا، کچھ مسلمانوں کو زبردستی سور کی چربی کھلا کر شہید کیا گیا اور مسلمانوں کے مختلف اعضاء کاٹ کرانہیں گھوڑا اور خچر گاڑیوں سے باندھ کرعوام الناس کے سامنے گھسیٹا گیا، یہاں تک کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔سینکڑوں سربرآوردہ مسلمانوں،ان کی عورتوں اور بچوں کو زنجیر میں باندھ کرانہیں ننگا کیا گیا اور ان کے نازک اعضاء کولوہے کی گرم سلاخوں سے داغا گیا، جتنا ہی سربرآوردہ مسلمان ہوتا تھا، اتنا ہی ذلیل کر کے اُسے موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا محض گولی ماردینا یا سولی چڑھا دینا تو بہت معمولی سزا سمجھی جاتی تھی۔

مغلوں کے بیٹوں کو گولیوں سے اُڑا کران کے سرتن سے جُدا کر کے تحفہ کے طور پر مغل حکمرانوں کو پیش کیے گئے' مساجد، خانقاہ اور مقبرے بھی ان سے نہ بچے' دہلی میں لوٹ مار اور غارت گری کا سلسلہ مہینوں رہا۔ مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا گیا اوران کی جائیدادیں ہندوؤں کو دے دی گئیں''۔(۱۰)

چنانچہ مسیحی انصاف اس طرح سے جاری تھا کہ دارالخلافہ دہلی کے چاندنی چوک میں روزانہ سینکڑوں بے گناہوں کو قطاروں میں کھڑا کر کے باری باری پھانسی دی جاتی تھی۔کئی لاشیں پھانسیوں پر لٹکتی رہتی تھیں اور بے گناہوں کے کرب واذیت سے خوش ہونے کے لیے انگریز مرداورعورتیں فوارے کے اردگرد کرسیاں لگا کر بیٹھ جاتے۔عیسائی مردوعورتیں مسکرامسکرا کراور سگرٹ کے کش لگا کر پھانسی کے منظر دیکھتے اورعورتیں خوف سے اپنے منہ چھپالیتی تھیں۔

پروفیسر سیّد سلیم لکھتے ہیں''یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ تین مہینوں تک ۸ گاڑیاں طلوعِ آفتاب سے غروب آفتاب تک گھومتی رہتی تھیں۔وہ لاشوں کو درختوں سے اتارتی تھیں اور بازوؤں سے اتارتی تھیں چھ ہزار کے قریب افراد کو اس طرح اٹھایا گیا''۔(۱۱)

کمال الدین حیدر کے نزدیک تقریباً سات ہزار علماء اور معزز مسلمانوں کو انگریزوں نے پھانسی پر

چڑھادیا۔(۱۲)

سر سیّد کے بقول ''غدر کیا ہوا ہندوؤں نے شروع کیا مسلمان دِل جلے تھے وہ بیچ میں کود پڑے، ہندو گنگا نہا کر جیسے تھے ویسے ہوگئے، مگر مسلمانوں کے تمام خاندان تباہ و برباد ہوگئے''۔(۱۳)

انگریز نے جنگ آزادی کے خاتمے پر، اِسے غدر کا نام دے کر پوری دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ انگریز کے تمام تر مظالم باغیوں کو دبانے کے لیے جائز اور درست تھے، اس طرح جنگ آزادی کی اہمیت کو کم کرنا بھی مقصود تھا۔

اُس وقت بہت سے مسلمانوں نے جن میں سر سیّد احمد خان بھی ہیں حالات کے دباؤ اور مصلحت پسندی کے تحت اسے غدر ہی قرار دیا لیکن بیسویں صدی کی تحقیق میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ یہ انگریز کے ملازمین فوجیوں کی طرف سے بغاوت نہ تھی بلکہ اس میں لکشمی بائی، حضرت محل عظیم اللہ مولانا لیاقت علی،۔نانا صاحب، تانتیا توپیا اور احمد اللہ شاہ کے درمیان باقاعدہ نام و پیام موجود تھا اور ۳۱ مئی بروز اتوار انقلاب کا دِن مقرر کیا گیا تھا۔عظیم اللہ خان نے باقاعدہ روس، مصر اور ترکی کی حکومتوں سے رابطہ قائم کر کے درخواست کی تھی اور علماء کرام نے جنگ آزادی سے پہلے سیاسی وعظ اور جہاد کی تلقین شروع کر دی تھی۔مگر انگریز کے یک طرفہ پروپیگنڈا کے نتیجہ میں باہر کے ملک صرف اتنا سوچ کر رہ گئے کہ فوجوں نے بغاوت کی ہے۔انگریزوں نے اُسے دبا دیا، کسی کو بھی معلوم نہ ہوا کہ توپوں کے دہانوں سے اڑنے والوں، گولیوں کی باڑوں پر رقص کرنے والوں، مصائب و آفات کو عزم و استقلال سے جھیلنے والوں اور تلواریں بلند کر کے دین کے نعرے لگانے والوں کا مقصد کیا تھا؟

ہندوستانی مورخین نے انگریز کا ساتھ دیا اور تاریخی حقائق کو چھپایا، خود انگریز نے اپنے آپ کو معصوم اور ہندوستانیوں کو مجرم قرار دیا، لیکن جن خطوں پر مصائب گزرے اور خونی داستانیں رقم ہوئیں، ان میں بقیۃ السلف بزرگوں سے دردناک واقعات کو سن سن کر نسلوں نے دل کی گہرائیوں اور دماغ کے خاموش گوشوں میں غم و غصّہ کی امانتیں دبائیں اور وہ دبے دبے چپکے چپکے ذکر کر کے اس درد کو اگلی نسلوں کے حوالے کر گئے' اس طرح انگریز کے خلاف ایک فکری نسل تیار ہوئی جس نے تقسیم ملک تک بھرپور کردار ادا کیا۔

حوالہ جات

۱۔ Thompson and Garratt, Rise and Fulfilment of British Rule, Allahabad, 1958, P.P., P.389, 394

۲۔ منگلوری، طفیل احمد ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' حماد المکتبی لاہور، سن ندارد، ص ۱۱۱۔

۳۔ ناموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے حسین احمد، مدنی، مولانا ''نقشِ حیات'' مکتبہ دینیہ، دیوبند، سن ندارد، ج ۲، ص ۵۳ اور علمائے ہند کا شاندار ماضی' مکتبہ محمودیہ، کریم پاکر، لاہور، ج ۴، ص ۱۲۷ تا ۲۰۰

۴۔ سیّد محمد سلیم' پروفیسر ''تاریخ نظریہ پاکستان'' ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۹۳، ۹۴

۵۔ حسام الدین شیخ ''انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رُخ'' اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۵۸، ۵۹

۶۔ ایضاً، ص ۶۵، ۶۶

۷۔ محولہ بالا، محمد شفیع، میاں ''۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادیٔ واقعات و حقائق'' ، مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص ۱۸۹، ۱۹۰۔

۸۔ ''انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رُخ'' ص ۶۷

۹۔ ایضاً، ص ۶۹

۱۰ جمیل احمد، خواجہ، ''انگریز اور مسلمان'' ۱۹۷۴ء، ص ۱۸۵، ۱۸۶

۱۱۔ ''تاریخ نظریہ پاکستان'' ص ۹۵

۱۲۔ کمال الدین حیدر، ''قیصر التواریخ'' نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۷، ص ۸۵

۱۳۔ حالی، الطاف حسین، مولانا ''حیات جاوید'' انجمن ترقی ہند، دہلی، ۱۹۳۹ء، ص ۲۸۱۔